بریلوی اکابر و احباب
اور
محکمۂ اوقاف کیلئے لمحۂ فکریہ!

بہترین پرنٹنگ پریس ایبک روڈ لاہور سے شائع شدہ ایک فل سائز اشتہار آج کل لاہور کی دیواروں پر بکثرت نظر آ رہا ہے جسے "غلامان داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ رنگ محل لاہور (فون پی پی پی ۵۴۴۳۲) نے شائع کیا ہے۔ اس پر بریلوی مکتب فکر کی دو درسگاہوں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور اور حزب الاحناف لاہور کے دو علماء جناب محمد رشید نقشبندی جناب ابوالریان محمد رمضان کے علاوہ "حکیم اہلسنت" جناب حکیم محمد موسیٰ امرتسری اور "خطیب اہلسنت" علامہ الٰہی بخش قادری ضیائی (جو تقریباً ہر جمعرات کو دربار پر تقریر کرتے ہیں) کی تصدیقات موجود ہیں۔

ہم اپنی معروضات پیش کرنے سے قبل اس اشتہار کا مکمل متن پیش کر رہے ہیں ——— وھوھذا ———

کیا حضرت داتا گنج بخش ہجویریؒ نے کیا تھا؟ یا کہا تھا؟ کہ

۱۔ عرس کے موقعہ پر ڈھول باجے گانا ناچ کیا جائے؟

۲۔ نماز ادا نہ کی جائے لیکن قوالی ضرور سنی جائے؟

۳۔ سرکس، موت کا کنواں اور تھیٹر لگائے جائیں اور دیکھے جائیں؟

۴۔ خواتین اور نوجوان لڑکیوں کا مردوں کے ہجوم میں آنا اور مردوں کا ان سے چھیڑ چھاڑ کرنا (کیا یہ تعلیمات داتا صاحب کے خلاف نہیں؟)

۵۔ لاکھوں روپوں کی چادریں تو چڑھائی جائیں لیکن محلے کے یتیموں، مسکینوں، بیوہ عورتوں کی خبر تک نہ لی جائے۔

۶۔ رقص کرنے، ڈھول ڈھمکا اور دھمال ڈالتے ہوئے مزار شریف کی چادر لانا؟

۷۔ مصنوعی داڑھیاں لگا کر سنت رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ واصحابہ وسلم کا مذاق اڑانا۔

۸۔ مزار شریف کے اردگرد بھنگ، چرس، بوٹی پینے والے ملنگوں تلنگوں کے اڈے لگانا، دکانوں پر جانوروں کے بت بنا کر رکھنا اور بیچنے کو ثواب سمجھنا۔

۹۔ رشوت، بلیک، سود سے حرام کمانا اور پھر اس ناپاک کمائی سے داتا کی نیاز دلا کر اپنی نجات اور بخشش کی امید رکھنا؟

۱۰۔ بے عمل اور بدعمل واعظین اور مقررین کا کاروباری تقریریں کرنا؟ اور جاہل نام نہاد جھوٹے صوفیوں کا پیری مریدی کی دکانیں لگانا اور ان کو چمکانے کے لئے دجل و فریب سے کام لینا۔

تلک عشرہ کاملہ

(یہ پوری دس باتیں ہیں)

الجواب: حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ نے ہرگز ہرگز نہ ایسا کیا اور نہ کہا؟

لہٰذا اس طرح کی بے ہودہ اور خلاف شرع حرکات کرنے والے داتا کے غلام ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔

کیونکہ یہ سب باتیں حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کی تعلیمات کے خلاف ہیں اور افسوس ہے

اور ہم جیسے گنہگاروں پر ایک عرصہ سے توہین اولیاء کی تہمت لگانے والے ——— چلو لفظاً ہی ——— اس رخ پر آئے تو ہیں ——— اب اُن کا فرض ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور اس بات سے مت گھبرائیں کہ دنیا کیا کہے گی ؟ یقین ہے کہ جاہل عوام کی اکثریت اب آپ کا تعاقب کرے گی اور آپ کو مشکلات پیش آئیں گی لیکن اللہ تعالےٰ کی بارگاہ سے جو اجر آپ کو ملے گا اس کا آپ کو اندازہ نہیں ؟ ——— (خدا ہمت و توفیق دے)

دوسری بات محکمہ اوقات سے کہنے والی ہے جو ایوب خاں مرحوم کے دور میں معرض وجود میں آیا ۔ ملک بھر کی وہ مساجد جن کے ساتھ کسی بھی درجہ میں آمدنی کے ذرائع تھے وہ اس محکمہ نے قابو کر لیں اور آمدنی کا بڑا حصہ دفتری عمارات بنانے اور دفتری عملہ کی تنخواہوں میں خرچ ہونے لگا جبکہ خطیب اور دوسرا عملہ اسی طرح احتیاج کا شکار رہا جس کا شکار وہ پہلے تھا ۔ مساجد اور متعلقہ ضروریات کا مسئلہ روایتی دفتری چکروں کی نذر ہو گیا ——— خطباء وغیرہ کے تبادلے ، فرقہ وارانہ جھگڑے (جن میں ایک مخصوص فرقہ کے لیڈروں کی کوششوں کے ساتھ ساتھ کئی مقامات پر عملہ کے لوگ بھی ملوث ہیں) اور اس قسم کی چیزوں نے حالت اور ناگفتہ بہ کر دی ۔ ——— رہ گئے مزارات تو ان میں سے جن مزارات کے والی وارث بڑے ہاتھوں والے تھے وہ بچ گئے ، باقی لپیٹ میں آ گئے ——— مسلم حکومت ہونے کے ناطے سے پاکستانی حکومتوں کا فرض تھا کہ وہ نظریۂ پاکستان کی روشنی میں مزارات پر ہونے والے منکرات کو روکتیں لیکن دُکھ یہ ہے کہ ہر آنے والی حکومت نے پہلی سے بڑھ کر ان قباحتوں کی سرپرستی کی ۔ جس کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے ——— مزارات پر جس وقت دیکھو ، کوئی وزیر ، کوئی سیکرٹری کوئی میئر ، کوئی چھوٹا ، کوئی بڑا چادریں چڑھاتے ، دودھ کی سبیلوں کا افتتاح کرتے ، قوالیاں سنتے نظر آئے گا ؟

اگر یہی دین ہے تو نوجوان نسل کو حق ہے کہ وہ یہ کہے کہ اس دین کو ہمارا سلام ——!

اس لئے محکمہ اوقاف بطور خاص اس طرف متوجہ ہو اور اپنی دینی و اخلاقی ذمہ داریاں محسوس کرے ——— ورنہ کفر و شرک اور فسق و بدعت کے یہ مظاہرے خدا کے عذاب کا ذریعہ بن کر ہمارے وجود صفحۂ ہستی سے مٹا دیں گے ۔

اللہ تعالےٰ ہمارے حال پر رحم فرما کر اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی توفیق دے ۔

بقیہ : استغاثہ

ہے اور کیا یہ اقدام مسلک فروشی کو تقویت پہنچانے کے مترادف نہیں ؟

کیا مفتی نعیمی صاحب ایسے بزرگ ان دینی مدارس کو اپنی ذاتی جاگیر سمجھتے ہیں ؟ یا وہ قوم کو اتنا بیوقوف سمجھتے ہیں کہ ان کی ان کارروائیوں کا اسے کچھ علم نہیں ۔

اور اگر علمائے دیوبند سے ہمارے یہ اختلافات فروعی ہیں تو پھر اتنے طویل عرصے سے یہ کھیل کیوں کھیلا جا رہا ہے ۔ کس قدر افسوسناک امر ہے کہ تقویۃ الایمان کی رد میں سب سے مضبوط علمی کتاب اطیب البیان کے مصنف اور جانشین کا شاگرد صاحب تقویۃ الایمان اور اس کے مرشد کا قصیدہ پڑھ رہا ہے نہ اس کی سنیت مجروح ہوتی ہے اور نہ صدر الافاضل سے تعلق ٹوٹتا ہے ۔

ع عذرائے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

مذہب اور عقیدت کا دار مدار شخصیات پر نہیں ہوا کرتا ۔ سوادِ اعظم سے ہماری اپیل ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو اچھی طرح پہچان لیں اور ان سے ہوشیار رہیں ۔ اس کے ساتھ ہم ملک کے جلیل القدر سُنّی زعماء سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ اس موقع پر اپنے شرعی اور دینی فرض کا احساس کرتے ہوئے بلا خوف لومۃ لائم حق کی آواز بلند کریں ۔ ایسے حالات میں ان کی خاموشی سے دنیائے سنیت میں اضطراب بڑھ رہا ہے ۔ ہمارا دیانتدارانہ تجزیہ ہے کہ اگر بروقت اس مسئلے کا نوٹس نہ لیا گیا ، تو محاسبہ کرنے والے ہاتھ کسی کو معاف نہیں کریں گے ۔

کہ یہ سب خلاف شرع اور خلاف اسلام حرکات محکمہ اوقاف کی نگرانی ہو رہی ہیں ——— فاعتبروا یا اولی الابصار۔

(اے دانشورو! غور و فکر کرو)

اس اشتہار کے مندرجات کی روشنی میں ہم دو باتوں کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں۔

ایک تو یہ کہ بریلوی مکتب فکر کے علماء و مفتیان کرام اور دوسرے ذمہ دار حضرات اس صورت حال کو شاید شدت سے محسوس کر رہے ہیں جس کا مظاہرہ ملک بھر کے مزارات بالخصوص حضرت السید علی ہجویری قدس سرہ کے مزار پر آئے دن اور بالخصوص "عرس" کے موقعہ پر ہو رہا ہے (ہم خدام اہلسنت و جماعت اس حقیقت کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ عرس جیسی چیزوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں) لیکن وہ حضرات جنہوں نے اس قسم کی چیزوں کو زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے وہ بھی شاید یہ سوچنے لگے ہیں کہ یہ طوفان بلاخیز جو شکل اختیار کرتا جا رہا ہے اس کا روکنا کسی کے بس میں نہیں ہوگا۔

ہم تو بہرحال اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ زندگی کے کسی بھی دور میں اس قسم کے ہنگاموں میں شرکت کا شوق پیدا نہیں ہوا، چہ جائیکہ اب جب کہ منطقی انجام کا وقت قریب تر ہے، اس قسم کا شوق پیدا ہو؟ لیکن اپنی منصبی ذمہ داریوں اور عین ایام عرس میں دو ایک مخلص و مہربان بزرگوں کی علالت کے پیش نظر ان کی بیمار پرسی کے لئے آنے جانے کا جو موقعہ ملا تو حضرت الدوم ہجویری قدس سرہ کی قبر و مزار کے ارد گرد ہنگامہ اور بدنیتی کے وہ مناظر سامنے آئے کہ توبہ بھلی!

معلوم ایسا ہوتا تھا کہ لاہور اور قرب و جوار کے قریبی اضلاع کے ڈھوک والے لاہور آ گئے ہیں اور ان کا مستقر و مسکن بھاٹی دروازہ بن گیا ہے ——— ہم نے وہاں ان نامراد لوگوں کو دیکھا جو مصنوعی داڑھیاں بیچتے پھرتے تھے جو چادریں اٹھائے دھمال مارتے اور ناچتے کرتے مزار کی طرف جا رہے تھے ——— موت کا کنواں، سرکس اور نہ معلوم وہاں کیا کیا نظر آیا؟

سوال یہ ہے کہ "عرس" کے لئے وجہ جواز کیا ہے؟ اس میں ارد گرد سے آنے والے لاتعداد مردوں اور عورتوں میں سے کتنے ہیں جو نماز کے پابند ہیں، جنہیں شعائر دینی اور فرائض اسلامی کا پتہ ہے؟ خود ان دنوں میں ان میں سے کتنے لوگوں نے نماز پڑھی؟

یہ علمائے کرام جن کی تصدیقات اس اشتہار پر ہیں، انہوں نے اور ان کے حلقہ کے دوسرے علماء نے ان منکرات و مناہی کو روکنے کے لئے کیا جد و جہد کی؟

کیا یہ واقعہ نہیں کہ یہ علماء اور ان کے رفقاء اپنی مساجد میں خطبات جمعہ اور دروس قرآن کے دوران محض اپنے سے اختلاف رکھنے والے طبقات بالخصوص حضرات علماء اہلسنت و جماعت حنفی دیوبندی کے خلاف جنگ مورچہ و جہاد ہی اکثر کرتے ہیں؟ انہوں نے توحید خداوندی عظمت و محبت رسالت مقام صحابہ کرام اور اتباع سلف کی حقیقی روح پھونکنے کے لئے کردار ادا کیا؟

میلاد النبیؐ کا جلوس ہو، آخری چہار شنبہ کی عجیب و غریب (؟) رسم ہو، بڑی گیارہویں (؟) کا جلوس ہو یا بزرگان کرام کے عرس ہوں یہی علماء جو اشتہار پر تصدیق کرتے ہیں سب سے آگے آگے نظر آتے ہیں، انہیں کبھی احساس نہیں ہوا کہ اس صورت حال کا انجام کیا ہوگا؟

اب تو جرائم پیشہ لوگوں کی چاندی ہو گئی ہے اور ان ایام و مقامات پر ہر وہ حرکت کرتے ہیں جس کا اسلام، انسانیت، شرافت اور تہذیب سے ذرہ برابر تعلق نہیں۔

اس اشتہار میں جو سوالات اٹھائے گئے ہیں وہ واقعی اہم ہیں

ہے۔ ان حضرات سے ایسی گستاخانہ عبارت واپس لینے کا مطالبہ کیا جب انہوں نے اپنی عبارات پر اصرار کیا تو آپ نے بعض علماء کی تکفیر کی اور ملتِ اسلامیہ کو ان سے خبردار رہنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ ایسے لوگوں سے میل جول اور تعلقات یکسر ختم کر دئے جائیں۔

یوں معلوم ہوتا ہے کہ ملتِ اسلامیہ خود اس نام نہاد انحرافی تحریک سے بیزار تھی چنانچہ اس نے فاضل بریلوی کی بات کو دل کی آواز سمجھا اور یوں جو لوگ فاضل بریلوی کے حلقۂ تلمذ یا حلقۂ طریقت میں شامل نہ بھی تھے وہ بھی آپ کو اپنا امام اور مرشد سمجھنے لگے۔ فاضل بریلوی سے نسبت رکھنے والے علماء اور فضلاء کی اس بارے میں کبھی دو رائیں نہیں رہیں پاکستان میں محدثِ پاکستان مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فاضل بریلوی کے مشن کو پوری کامیابی سے آگے بڑھایا۔ آپ کے تلامذہ اور مریدین اس محاذ پر ڈٹ گئے اور بحمداللہ ہمیں اس سلسلے میں کافی کامیابی ہوئی تا آنکہ محدثِ پاکستان کا وصال ہو گیا۔

دوسری طرف فاضل بریلوی کے نامور خلفاء کے مریدین منتسبین اور تلامذہ نے اپنی اپنی جگہ دین متین کی خدمت پر کمر باندھ لی۔ صدر الشریعۃ مولانا امجد علی، مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی قادری، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی، مولانا سید دیدار علی شاہ الوری ایسے بزرگ فاضل بریلوی کے تربیت یافتہ اور اپنی اپنی جگہ پر دنیائے اسلام کی مثالی شخصیتیں تھیں، ان بزرگوں کی ساری زندگیاں اعلائے کلمۃ الحق اور بدمذہب فرقوں کے خلاف زبانی وقلمی جہاد کرتے گزری۔

ہمیں انتہائی افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے، کبر ناموت الکبرا کے مطابق جونہی یہ اکابرین اللہ کو پیارے ہوئے ہیں، وراثت میں ان کی مسندیں بعض ایسے حضرات کو ملی ہیں، جو ہر لحاظ سے ان کی نمائندگی کی اہلیت سے محروم ہیں۔ مگر ان میں سے بعض حضرات نے انتہائی دیدہ دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے بزرگوں کے مسلک کے علی الرغم نہ صرف یہ کہ گمراہ اور بدمذہب فرقوں سے اپنا میل جول اور ربط ضبط بے تحاشا بڑھا لیا ہے بلکہ اب ان کے جلسوں کی خیر سے صدارتیں بھی فرمانے لگے ہیں۔

جناب محمد حسین نعیمی کو صدر الافاضل کے شاگردِ رشید، صدر الافاضل کے مسلک کے ترجمان جامعہ نعیمیہ کے مہتمم اور اہل سنت وجماعت کے ممتاز عالم دین کی حیثیت سے کون نہیں جانتا مگر یہ بات چند ہی لوگوں کو معلوم ہوگی کہ سُنّیت کے نام پر اپنا قد کاٹھ بنانے والے جناب مفتی صاحب دراصل سُنّیت سے کس قدر مخلص ہیں، گزشتہ سالہا سال سے جماعت اسلامی کے لیڈروں سے مفتی صاحب کے خفیہ روابط اور ہر معاملے میں ان کے چشم ابرو کے اشارے کی پالیسی تو خیر ڈھکی چھپی بات نہ تھی لیکن ایک مرحلہ پر دنیا نے یہ بھی دیکھا کہ آپ نے ۵ مئی ۱۹۸۲ء کو نیشنل سنٹر لاہور میں "صراطِ مستقیم" اور "تقویۃ الایمان" جیسی ناپاک کتابوں کے مصنفین ومؤلفین مولوی محمد اسماعیل اور سید احمد بریلوی کی نام نہاد تحریک کے موضوع پر منعقدہ جلسہ کی صدارت بھی فرمائی اور خیر سے صدارتی خطبہ بھی ارشاد فرمایا جس میں آپ نے فرمایا کہ سید احمد بریلوی کی تحریک دراصل جہاد کی روح تھی، دیکھا آپ نے صدر الافاضل کے جانشین کا کارنامہ، یہ جہاد کی تحریک کیا تھی؟ کن لوگوں نے اٹھائی؟ اس کا مقصد کیا تھا؟ انگریزی سامراج کو چھوڑ کر مسلمان قبائلیوں یا انگریزوں کے قابو میں نہ آنے والے سکھوں سے لڑنے کی اس وقت کیا ضرورت پیش آگئی تھی؟ یہ تاریخی موضوع ہیں اور ان پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ سوال صرف یہ ہے کہ اگر یہ جہاد کی تحریک تھی تو پھر مولانا فضل حق خیر آبادی اور ان کے قافلے کی تحریک کو مفتی صاحب کیا ٹائٹل عطا فرمائیں گے؟

ہم یہ بات تسلیم کر لیتے ہیں کہ بقول مفتی صاحب انہوں نے یہ باتیں نہیں کہیں مگر خدارا کوئی یہ تو پوچھے کہ حضور آپ اس جلسے میں لینے کیا گئے تھے؟ مفتی صاحب کو بھی ہمیں یہ پڑھانے کی ضرورت ہے کہ اس تحریک کو اسلامی تحریک قرار دینے کا معنی یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء کے مجاہدین کی ساری تاریخ محض فراڈ

اور غلط ہے: اور اگر تقویۃ الایمان اور صراطِ مستقیم کے مصنفین نے یہ کتابیں لکھ کر اسلام کی خدمت کی ہے اور مجاہد کے مرتبے کو پہنچ گئے ہیں تو پھر آپ کے اکابرین کو کیا ہوا تھا کہ انہوں نے ان کی تردید کرتے زندگیاں گزار دیں؟

ناظرین کو حیرت نہ ہو کہ مفتی صاحب قبلہ جامعہ کی خوبصورت عمارت بنانے اور اس کے لئے وسائل مہیا کرنے کے بعد اب ان جھگڑوں کو محض دکاندارانہ اور حریفانہ تنازعے سمجھتے ہیں کبھی کوئز بازی کی صدارت کرائی جا رہی ہے تو کبھی اکبر بگٹی کو جامعہ میں لانے کے مشورے ہو رہے ہیں کبھی دینی ادارے میں محمد علی کلے کو لانے کے منصوبے بنا کر شہرت کی بلندیوں تک پہنچنے کے پروگرام ہیں، تو کبھی ٹی وی فنکارہ طاہرہ نقوی کے بارے میں بیان بازی کو ذریعہ بنایا جا رہا ہے۔ قرآنی تبلیغ کے معروف دعویدار ڈاکٹر اسرار احمد اور شیعہ علماء سے مفتی صاحب کے یارانے مجلس شوریٰ کے ہر ممبر کی زبانی سنے جا سکتے ہیں۔ ارباب حکومت کو اس طرح خوش کیا جاتا ہے کہ ادھر شوریٰ میں شریک دوسری طرف فیصل آباد میں علماء کی مجلس میں شوریٰ کے خلاف بیان! الغرض یہ ایک ایسا معمہ ہے کہ:

ع کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمارا

مگر حیرت در حیرت محدث پاکستان کے صاحبزادگان پر ہے جو یہ سب کچھ جانتے ہوئے محدثِ اعظم کے عرس میں مفتی صاحب کو مہمان خصوصی بناتے ہیں اس کا مقصد سوائے اس کے اور کیا ہے کہ محدث پاکستان کے صاحبزادگان نے بھی حالات سے سمجھوتہ کر لیا ہے اور وہ اپنے عظیم المرتبت والد کے طریق کار کو اندر سے غلط سمجھنے لگے ہیں۔ دوسری طرف ہیں فوائد الحسنات شاہ احمد نورانی، مجاہد اسلام مولانا عبدالستار خاں نیازی اور جماعت اہل سنت کے صدر غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی کی طویل خاموشی نے کئی شکوک و شبہات میں مبتلا کر دیا ہے۔ رہے سید محمود احمد رضوی تو وہ نوکب کے اپنے جلیل القدر والد مفتی اعظم پاکستان کے مشکل راستے کو چھوڑ کر گمراہ فرقوں سے مفاہمت اور مصالحت کا راستہ اختیار کر چکے ہیں۔ اے کاش وہ اپنے والد اور جدِ امجد کی عظمت کا راز سمجھ لیتے۔ البتہ اس موقع پر ہمیں شکوہ اور گلہ ہے تو جناب مفتی عبدالقیوم ہزاروی، شیخ الحدیث ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی اور ابوداؤد محمد صادق ایسے بلند مرتبہ عالمانِ دین سے جو تقویٰ و دیانت کے ساتھ ساتھ مذہب و مسلک کے بھی بے پناہ درد اور حساس دل کے مالک ہیں۔ ہماری گزارش صرف اور صرف یہ ہے کہ بنام خدا ہمیں یہ بتایا جائے کہ علمائے دیوبند سے ہمارے اختلافات اصولی ہیں یا فروعی، اگر اصولی ہیں تو پھر مفتی محمد حسین نعیمی، ابوالنصر منظور احمد شاہ شاہیوال اور صدر الشریعت کے صاحبزادے علامہ عبدالمصطفیٰ الہزاروی کو کس نے یہ اجازت دی ہے کہ وہ وہابی دیوبندی کو سنی مدارس میں دعوتیں دیں، ان سے میل جول بڑھائیں، ان کے مسلکی اجلاسوں کی صدارتیں کریں اور ان کی مدح و ثنا کے قصیدے پڑھیں۔

کیا فرماتے ہیں جناب مولانا ابوداؤد محمد صادق، ابوالصالح علامہ فیض احمد اویسی، فقیہہ اعظم مولانا نورالله بصیر پوری، شیخ الحدیث مولانا غلام رسول، شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی، علامہ عطا محمد بندیالوی، مفتی تقدیس علی خان و مفتی عبدالقیوم ہزاروی، علامہ سید خلیل احمد قادری، بیچ اس مسئلے کے کہ اگر،

سنی زعماء میں سے کوئی با اثر شخص وہابیہ کے جلسوں میں شرکت کرے، صدارت کرے اور ان کے موقف کی مدح سرائی کرے یا ان کے اعزاز میں اپنے ہاں شاندار تقاریب برپا کرے، تو کیا ایسے شخص کو مسلکی اعانت فراہم کرنا، اس کے مدرسے کو سنی معتقدات کا ادارہ سمجھتے ہوئے اس کی مالی مدد کرنا، اسے اسلاف کے نام اور کارناموں کا استحصال جاری رکھنے کی اجازت دینا اور اسے اپنی محافل میں بلانا جائز ہے؟

نیز سوادِ اعظم اپنے متقدر علماء سے یہ بھی معلوم کرنا چاہتا ہے کہ جانتے بوجھتے لاہور کے ایک اہم سنی عالم دین کی جانب سے جناب مفتی نعیمی موصوف کو جلسہ دستارِ فضیلت اور ختم بخاری کی تقریب میں بصد اعزاز و اکرام بلانا کہاں تک درست

(باقی ۱۸ پر)

اس نے آپس اللہ تعالیٰ کا ذکر بھلا دیا ہے وہی شیطان کا گروہ ہے بے شک شیطان کا گروہ ہی نقصان اٹھانے والا ہے

ہر وقت گپ شپ اور بک بک ... اور دنیا کمانے اور

فروع ہیں اور ان کے بارے میں قطعاً کوئی مداہنت گوارا نہیں کی جا سکتی۔ اور یہی باطل مذاہب کی زندگی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہمارے اسلاف کی وسیع القلبی ہی کا کرشمہ ہے کہ انہوں نے اپنے حسنِ اخلاق کی بدولت دُنیا کے کونے کونے میں اسلام کی آواز پہنچا دی مگر یہ بات ملحوظِ خاطر رہے کہ وہ جزئیات اور باتوں میں چاہے کتنے رحمدل، رافت و رحمت کے پُتلے، کشادہ ظرف اور وسیع القلب کیوں نہ ہوں دین و مذہب کے معاملات میں وہ فولاد اور پہاڑ کی طرح مضبوط رہے ہیں۔

ہمارے نزدیک دین اور اس کے مقدسات کے بارے میں غیر ضروری وسعتِ قلبی وسعتِ ظرف نہیں بلکہ مداہنت اور منافقت ہے اور ہمارے خیال میں ایمان وعقیدے کے لئے یہ موڑ انتہائی خطرناک اور سنگین ہے۔ ہمارے اسلاف کی قابلِ فخر تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ انہوں نے افراط و تفریط کو چھوڑ کر انتہائی محتاط اور مبنی برحقیقت راہ اختیار کی۔ یہی وجہ ہے کہ بحمداللہ وہ دنیائے اسلام میں واضح اکثریت کے نمائندہ اور سوادِ اعظم کے پیش رو تسلیم کئے گئے ملی تاریخ میں جہاں کہیں انہیں گمراہ اور بدعقیدہ فرقوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة کے مطابق پہلے انہوں نے انہیں راہِ راست پر لانے کی ہر ممکن تدبیر کی۔ اگر وہ کہیں اس میں کامیاب نہ ہوئے تو پھر ولا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین پر عمل کرتے ہوئے ہمیشہ کے لئے ایسے افراد اور فرقوں سے قطع تعلق کر لیا، تاریخ گواہ ہے کہ ان مراحل پر ہمارے اسلاف نے اپنی رشتہ داریاں، اُستادی شاگردی کے روابط، پیری مریدی کے تعلقات سب کچھ قربان کرنے میں قطعاً دریغ نہیں کیا۔ یہی صحابہ کرام کی سنت، اہل بیت کا طریق متوارث اور اسلاف کا طریق عمل رہا۔ وجہ ظاہر ہے کہ:

ع رشتہ عشق از نسب محکم تر است

خود برصغیر میں امام تحریک آزادی ہند مولانا فضل الحق خیر آبادی کا مصنف تقویۃ الایمان کے خلاف تاریخی فتویٰ، مناظرہ دہلی وغیرہ اس کی جیتی جاگتی دلیلیں ہیں۔

برصغیر میں انحرافی اور اعتزالی تحریکوں کے قیام کا مقصد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبے کو صوفیا کے آفاقی نظریے مقامِ محمدی سے ایک عام معمولی بشر کی سطح پر لا کھڑا کرنا قرار پایا، تو پورے برصغیر کے علماء و صوفیا چیخ اُٹھے، تقویۃ الایمان کی رَو میں سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں۔ خود حضرت شاہ امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو فیصلہ ہفت مسئلہ لکھنی پڑی اور آپ کے مریدین و خلفاء کی ایک بڑی جماعت نے خود اپنے پیر بھائیوں کے خلاف زبان و قلم کی ساری قوتیں صرف کر دیں۔ بات واضح تھی کہ دین کا معاملہ تھا، اس میں اپنے پرائے کی تمیز ایمان میں کمزوری کا باعث بن سکتی تھی۔ یہ لوگ (مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا عبدالسمیع رامپوری، مولانا فضل رسول بدایونی وغیرہ) اتنے چھوٹے لوگ نہیں تھے جو آج کے نیم خواندہ مولویوں کی طرح مذہب و ملت کے مفاد کو نظر انداز کرتے ہوئے ہر وقت لڑائی کے لئے آستینیں چڑھاتے رہتے ہیں۔ یہ اپنے دَور کے اعاظم رجال تھے۔

اس دَور کے بعد امام اہل سنت حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی بدعقیدہ افراد کے خلاف قلمی جہاد کرتے گزری۔ انہوں نے قلم کی حد تک نہیں بلکہ عملاً بھی گستاخانِ رسول کو کبھی منہ نہیں لگایا۔ وہ ایک نباضِ ملت کی حیثیت سے جانتے تھے کہ اگر رسول کو بڑا بھائی یا گاؤں کا چوہدری قرار دینے، رسول کے علم کو جانوروں کے علم سے تشبیہ دینے، شیطان کے علم کو رسول کے علم سے زیادہ بتانے (وغیرہ) ایسی خرافات کا بروقت تعاقب نہ کیا گیا تو ملتِ اسلامیہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قیمتی متاع سے محروم ہو جائے گی۔ جس نے اسے حوادث دہر کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیشہ نئی تازگی بخشی ہے اور جو دراصل اس کے جدید روح کی حیثیت رکھتی ہے۔ چنانچہ اس صورتِ حال سے نمٹنے کے لئے آپ نے دوہا طریقہ اختیار کیا جو شرعی طریقہ

اس نے انہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر بھلا دیا ہے، یہی شیطان کا گروہ ہے، بے شک شیطان کا گروہی نقصان اٹھانے والا ہے

ہر وقت گپ شپ اور بک بک ۔۔۔ اور دنیا کمانے اور ۔۔۔ ختم ۔۔۔ نہ دل محفوظ نہ ایمان ۔۔۔ نہ روحانی

بنانے کی فکر ۔۔۔ باللہ حفاظت فرمائے ۔۔۔ سب منافقین کی

ملک کے مشائخ علماء، زعماء

— اور —

سنّی عوام کے لئے لمحہ فکریہ

گوارا ہے اسے نظارۂ غیر — تکے کی نامسلمانی سے فریاد

قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی، مجاہد اسلام مولانا عبدالستار خان نیازی، غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی، شیخ الحدیث حضرت مفتی تقدس علی خان، مولانا ابوداؤد محمد صادق، امام المعقولات مولانا عطا محمد بندیالوی، شیخ الحدیث علامہ مولانا الحاج فیض احمد اویسی، شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی، فقیہ اعظم مولانا نور اللہ بصیر پوری، شیخ الحدیث مولانا غلام سرور، مفتی عبدالقیوم ہزاروی، مولانا محمد شفیع اوکاڑوی اور صاحبزادہ فضل رسول کی عدالت میں سوادِ اعظم کا

استغاثہ

مرکزی مجلسِ رضا ——— لاہور ۶

جناب احمد رضا خان صاحب (م ۱۹۲۱ء) کے نام پر کچھ عرصہ سے ملک میں جو افراتفری پھیلائی جارہی ہے اور مساجد پر غاصبانہ قبضہ سے لے کر تکفیر مسلم کا بازار گرم ہے، اس کی ذمہ داری ایک مخصوص طبقہ پر عائد ہوتی ہے جو اس بھری پُری دُنیا میں اپنے سوا شاید کسی کو مسلمان نہیں سمجھتا۔ اس طبقہ کے سردار اعلیٰ جناب خان صاحب بریلوی کے نقشِ قدم پر چلنے والے اس مخصوص طبقہ و عنصر کی ذہنیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ حضرات جو عوامِ عام میں انہی کے شمار ہوتے ہیں، ان کے خلاف بھی اب پمفلٹ بازی شروع ہوگئی ہے۔ اہلسنت والجماعت حنفی دیوبندی اور سلفی حضرات سے لے کر لیگ و کانگریس، احرار و جمعیت، خلافت و مومن کانفرنس، کے ایک ایک قائد کو کافر کہنے والے (بشمول جناب اقبال و جناح) آخر یہ کیا عزائم رکھتے ہیں؟ اس کا اندازہ آپ کو اس پمفلٹ سے ہوگا۔ جسے ہم من و عن نقل کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اس پمفلٹ میں جن حضرات کے خلاف استغاثہ ہے انہیں سوچنا ہوگا کہ وہ کہیں "نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم" کا مصداق ہو کر نہ رہ جائیں۔ اس کے ساتھ ہی اربابِ حل و عقد سے سوال کرنا پڑے گا کہ وہ سوچیں کہ انہوں نے جنونیوں کے اس طبقہ کو جو کھل کھیلنے دے رکھی ہے اس کا انجام کیا ہوگا؟ ہم اپنے ذوق و مسلک کے برعکس مجبوراً یہ پمفلٹ نقل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُمتِ مسلمہ کو اتحادِ فکر و عمل کی توفیق سے نوازے۔

(ادارہ)

یوں تو کسی دور میں بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں رہی، جو سستی شہرت حاصل کرنے کی خاطر کسی ایک نظریئے یا عقیدے پر پابند نہیں رہے بلکہ حالات کا رُخ دیکھ کر ہمیشہ گرگٹ کی طرح اپنے رنگ بدلتے رہتے ہیں، مگر اس دورِ ناہنجار میں جہاں ہوسِ مال و زر اور خواہشِ جاہ و منصب نے معاشرتی اقدار کو بالکل تلپٹ کر کے رکھ دیا ہے ٹھیک وہاں ایک بہت بڑی بُرائی یہ جنم لینے لگی ہے کہ کچھ لوگ مذہب و عقیدے کو بھی عام سیاسی یا معاشرتی معاملات کی طرح اپنی شہرت و جاہ کے حصول کا تختۂ مشق بنانے پر تُل گئے ہیں۔ یہ امر کسی بھی باخبر آدمی سے مخفی نہیں کہ دین اسلام میں تفرقہ بازی، تعصب، ہٹ دھرمی اور نفرت کی کوئی گنجائش نہیں اور اسلام نے اسے کسی قیمت پر گوارا نہیں کیا مگر اس کے باوجود اس بات سے بھی کوئی عقلمند اختلاف نہیں کرسکتا کہ دینِ اسلام وہ دانست قسم کا کوئی فلسفہ نہیں ہے جس میں دُنیا بھر کے افکار، خیالات اور نئے نئے مزعومات کے لئے راہیں نکلتی آئیں۔ بہرحال اسلام کے اپنے اصول ہیں،

24

ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادِ

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۶ صد
۱۹ صد

۳۰ صفر المظفر ۱۴۰۳ھ
۱۷ دسمبر ۱۹۸۲ء

بریلوی اکابر
عوام کا استفتاء

۱۶
۱۹